سوال۵: درج ذیل درست بیانات کے آگے(✓) کا نشان لگائیے:

۱) ساہوکار نے سکرات کے عالم میں بیٹوں کو بلایا۔ ( )

۲) ساہوکار نے ساری ملکیت دو دیگوں میں ڈالی۔ ( )

۳) چاروں بیٹوں میں ملکیت برابر تقسیم ہوئی۔ ( )

۴) بادشاہ نادان تھا۔ ( )

۵) بات چار معتبر لوگوں تک پہنچی۔ ( )

سرگرمیاں

(۱) طلبہ کسی بھی اخبار یا رسالے سے لوک کہانی لے کر اپنی ڈائری میں چسپاں کریں۔

(۲) مختلف رسالوں سے تصاویر وغیرہ کی مدد سے کہانی لکھیں۔

❁ لوک کہانیاں نظم میں بھی ہوتی ہیں اور نثر میں بھی، لوک کہانیاں عوام کے خیالات کی ترجمان ہوتی ہیں، تحریری شکل کی بجائے سینہ در سینہ دوسری نسل تک پہنچتی ہیں۔

ہدایات برائے اساتذہ:

(۱) کہانی لکھنے اور کہانی سنانے میں بچوں کی مدد کیجیے۔

(۲) لوک کہانی ڈرامائی انداز میں بچوں کو سنائیے۔

میرزا ادیب

ولادت: ۱۹۱۶ء وفات: ۱۹۹۹ء

میرزا ادیب کا نام میرزا دلاور حسین علی، قلمی نام میرزا ادیب ہے۔ والد کا نام میرزا بشیر علی تھا۔ اسلامیہ کالج لاہور سے آپ نے بی۔ اے- آنرز کا امتحان پاس کیا۔ طالب علمی کے زمانے ہی سے آپ کو لکھنے لکھانے کا شوق تھا۔ اس لیے مختلف رسائل میں مضامین لکھے۔ رسالہ ''ساقی'' میں افسانہ نگاری شروع کی۔ مشہور رسالے ''ادبی دنیا'' میں بھی آپ کے مضامین اور افسانے شایع ہوئے۔ آپ رسالہ ''ادبِ لطیف'' کے مدیر بھی رہے۔ اس دوران آپ ریڈیو کے لیے اسکرپٹ بھی لکھنے لگے۔ ایک ایکٹ کے ڈرامے لکھنے میں انھیں بڑی مہارت حاصل تھی۔ آپ کی شہرت کی ایک وجہ آپ کی کتاب ''صحرا نوَرد کے خطوط'' بھی ہے۔

''جنگل، کمبل، خاک نشیں، ناخن کا قرض، مٹّی کا دِیا، صحرا نوَرد کے رومان، آنسو اور ستارے، شیشہ میرے سنگ، فن کار، خوابوں کے مسافر، ستون، لہو اور قالین اور پسِ پردۂ فصیلِ شب، شیشے کی دیوار اور ماموں جان'' آپ کی مشہور تخلیقات ہیں۔

شہید

حاصلاتِ تعلّم : یہ سبق پڑھ کر طلبہ: (۱) مکالمہ لکھ سکیں۔ (۲) نئے الفاظ پر اعراب لگا سکیں۔ (۳) نئے الفاظ جملوں میں استعمال کر سکیں۔

زمانہ: ۶/ستمبر ۱۹۶۶ء

مقام: شہر قصور کی ایک نواحی بستی

جائے وقوع: ایک دو منزلہ مکان کا نچلا کمرہ

وقت: شام

کردار: رضیہ (گیارہ بارہ سال کی ایک لڑکی)، ماں، باپ، شاداں اور ایک سایہ۔

منظر: کمرے کو دیکھ کر یہ تأثر ہوتا ہے کہ ستمبر ۱۹۶۵ء کی بھارتی بم باری سے یہ مکان کافی حد تک متأثر ہو چکا ہے اور اب گھر والے بھی اس کی آرائش اور رکھ رکھاؤ کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ کمرے میں مختصر سا سامان ہے۔ وہ بھی کسی ترتیب سے نہیں رکھا گیا۔ ایک میز پر دو گل دان پھولوں سے یک سر خالی پڑے ہیں۔ چائے کی ٹرے میں دو تین خالی پیالیاں اور ایک پلیٹ پڑی ہے۔ دیوار پر جاوید کی ایک فٹ سے کچھ کم چوڑی تصویر کے رنگین فریم پر ایک سنہری ہار پڑا ہے۔

رضیہ میز کے پاس ایک کرسی پر اس انداز سے بیٹھی ہے کہ اس کا منھ میز کے سرے پر جُھکا ہوا ہے۔ بازو سے اس نے اپنے سر اور چہرے کو حلقے میں لے رکھا ہے۔ اس کا

جسم مسلسل کانپ رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے سِسکیاں بھر رہی ہے۔

صحن سے ماں کمرے میں داخل ہوتی ہے۔ چالیس کے لگ بھگ عمر، اداس چہرہ، غم ناک آنکھیں۔ وہ بیٹی پر آنکھیں جمائے آگے بڑھتی ہے۔ اس کے پاس آ کر، جھک کر آہستہ سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیتی ہے۔ رضیہ کی کپکپاہٹ اور بڑھ جاتی ہے۔

ماں: رضیہ! نہ بیٹی نہ، رومت۔

رضیہ: امی۔ امم ی

ماں: اُٹھ بیٹھو بیٹی، میری رانی اٹھو۔ (اس کے دائیں بازو پر ہاتھ رکھ دیتی ہے) اٹھ بیٹھو رضیہ! (رضیہ اٹھنے لگتی ہے۔ بہ دستور سِسکیاں بھر رہی ہے۔ آنکھیں سُوج رہی ہیں۔ اٹھ کر، نظریں جھکائے کھڑی ہو جاتی ہے)

ماں شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی ہے۔ رضیہ لمحہ بھر کے لیے ماں کو دیکھتی ہے، پھر اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ کر، روتی ہوئی ماں سے لپٹ جاتی ہے۔

ماں: بیٹی! بس اب چپ ہو جا۔ (رضیہ باہر جانے لگتی ہے۔ ماں غم گین نگاہوں سے اسے دیکھتی رہتی ہے)

اتنے میں باپ صحن کے دروازے سے اندر آتا ہے۔ اَدھیڑ عمر کا آدمی آنکھوں پر عینک، ہاتھ میں چھڑی، کُرتے پاجامے اور واسکٹ میں ملبوس، چہرہ افسردہ مگر افسردگی پر قابو پائے ہوئے۔

باپ: فاطمہ!

ماں: (ٹرے وہیں رکھ دیتی ہے۔ شوہر کی طرف دیکھتی ہے) آپ کہاں چلے گئے تھے؟

باپ: کہیں نہیں، یہیں تھا۔ رضیہ کہاں ہے؟

ماں: میں اندر آئی تو میز پر سر رکھے رو رہی تھی۔

باپ: بچی ہے نا، صبر آتے آتے آئے گا۔

ماں: اور آج کے دن تو زخم تازہ ہو گئے ہیں ہم سب کے۔

باپ: (تصویر کی طرف دیکھ کر) یہ ہار کس نے ڈالا ہے؟ (آگے بڑھ کر چھڑی رکھ دیتا ہے اور تصویر کو قریب سے دیکھنے لگتا ہے۔)

ماں: رضیہ نے۔ بھائی کے گلے میں تو نہ ڈال سکی۔ اس کی تصویر...... (فقرہ پورا نہیں کر پاتی۔ دوپٹے کے پلّو سے آنسو پونچھنے لگتی ہے)

باپ: یہ سعادت دنیا میں بہت خوش قسمت کے حصے میں آتی ہے۔ شہادت کو تم کیا سمجھتی ہو؟ وطن کی خاطر جان دے دینا، یہ شَرَف ہر ایک کو کہاں نصیب ہوتا ہے!

ماں: تصویر اٹھا کر کہیں چھپا نہ دُوں اسے۔ (تصویر اٹھانے لگتی ہے کہ رضیہ کمرے میں داخل ہوتی ہے۔ ماں شوہر کی طرف دیکھتی ہے جو اشارے سے تصویر کو وہیں رہنے دینے کے لیے کہتا ہے)

رضیہ آگے بڑھتی ہے اور تصویر پر ہار کو ترتیب دے کر اسے درست کرتی ہے۔

ماں اور باپ دم بہ خود اسے دیکھتے رہتے ہیں۔

باپ: تم نے پرسوں کہا تھا، ٹافیاں لیتا آؤں۔ چلو، جو تمھیں اچھی لگیں، لے لینا۔

رضیہ کچھ سوچ کر قدم اٹھاتی ہے اور باپ بیٹی دونوں دروازے سے نکل جاتے ہیں۔

ماں پھر تصویر کو دیکھنے لگتی ہے۔ بے اختیار اس کے منہ سے نکلتا ہے ''اُف میرے اللہ''! (صحن کے دروازہ سے شاداں کی آواز آتی ہے۔) رضیہ! رضیہ!

ماں مُڑ کر دیکھتی ہے اور کہتی ہے: ''آ جاؤ شاداں، میں یہاں ہوں''۔

شاداں، ماں کی ہم عمر، ہنستی ہوئی آگے بڑھتی ہے۔ مگر فاطمہ اور تصویر پر نظر پڑتی ہے، وہ بھی اداس ہو جاتی ہے۔

شاداں: ''کیا بات ہے بہن، آج دن بھر اوپر نہیں آئیں۔ میں تو سمجھتی تھی آج تم لوگ گھر پر نہیں ہو۔ اتنی خاموشی تھی تمھارے ہاں''۔

ماں: ہم تو کہیں نہیں گئے، گھر ہی میں رہے سارا دن۔

شاداں: کوئی آواز ہی نہیں تھی، نہ تمھاری نہ رضیہ کی۔

ماں: کیا بتاؤں بہن!

شاداں: خیر تو ہے! کیا بات تھی؟

ماں: آج جاوید کی چوبیسویں سال گرہ ہوئی۔

شاداں: ۶ ستمبر کو؟

ماں: یہی اس کے پیدا ہونے کا دن ہے اور اسی دن... (شدّتِ احساس سے خاموش ہو جاتی ہے)

یہی دن تھا اور وہ چھٹی پر آیا ہوا تھا۔ صبح سے گھر میں رونق تھی۔ میری رضیہ نے گھر میں رنگا رنگ جھنڈیاں لگائی تھیں۔ سب عزیز، ہم سائے، اس کے دوست جمع ہوئے تھے۔ اتنی چہل پہل اور ہنگامہ تھا کہ شادی کا سا سماں لگتا تھا۔ رضیہ کو بھائی کی سال گرہ منانے کا بہت شوق تھا۔ دوست احباب جاوید کو

تحفے دے رہے تھے۔ رضیہ نے خود پیسے جمع کر کے جو ہار خریدا تھا، وہ الماری میں سے نکال کر خوشی خوشی بھائی کی طرف لیے چلی آ رہی تھی۔

(ماں رُک گئی) دروازے پر دستک ہوئی۔ جاوید کو ڈیوٹی پر حاضر ہونے کا حکم ملا تھا۔ وہ حکم ملتے ہی جانے لگا۔ ہم نے روکا تو کہنے لگا: ''ماں! وطن نے مجھے پکارا ہے۔ اب میں کسی اور کام کے لیے نہیں رُک سکتا۔''

شاداں: اُسی وقت چلا گیا؟

ماں: اُسی لمحے۔ بہن کہتی رہ گئی: ''بھائی جان! گلے میں ہار ڈلوالو''۔ مگر بولا: ''واپس آ کر ہی ہار گلے میں ڈالوں گا رضیہ''۔ اور چلا گیا۔ (روشنی مدھم ہو چکی ہے۔ صحن کے دروازے سے ایک سایہ بڑھتا دکھائی دیتا ہے۔ یکا یک رضیہ کی آواز اُبھرتی ہے)

رضیہ: بھائی جان، آپ!

جاوید: رضیہ!

رضیہ: بھائی جان! آپ کہاں تھے؟ کہاں تھے آپ؟

جاوید: یہاں، وہاں، ہر جگہ، ہر مقام پر، کہاں نہیں تھا میں۔

رضیہ: آپ تو میدانِ جنگ سے لوٹے ہی نہیں تھے۔ ابّا جان کہتے تھے انھوں نے آپ کا لہو بھرا جسم دیکھا تھا۔ اور بھائی جان! آپ بھائی جان ہیں نا؟

جاوید: تم دیکھ نہیں رہیں مجھے؟

رضیہ: ہائے! ہمیں آپ کا کتنا انتظار تھا۔

جاوید: مجھے معلوم تھا میری پیاری بہن میرا انتظار کر رہی ہوگی۔

رضیہ: معلوم ہے آج کون سا دن ہے؟

جاوید: ۶ ستمبر! میری سال گرہ کا دن۔

جاوید: تم دیکھ نہیں رہیں مجھے۔

رضیہ: ہائے، ہمیں آپ کا کتنا انتظار تھا۔

جاوید: وہ ہار میں اب بھی دیکھ رہا ہوں۔

رضیہ: دیکھ رہے ہیں نا! اپنی تصویر کے گرد۔

جاوید: ہاں۔

رضیہ: میری کتنی آرزو تھی کہ یہ ہار آپ کے گلے میں ڈالوں...... مگر آپ چلے گئے۔

جاوید: اسی لیے تو آیا ہوں۔

رضیہ: کس لیے؟

جاوید: وہ ہار تم اب بھی میرے گلے میں ڈال سکتی ہو۔

رضیہ: اچھا؟

جاوید: کیوں نہیں!

رضیہ: تو اُتاروں ہار؟ (ہار فضا میں لہراتا ہے)

رضیہ: اوہ بھائی جان!

جاوید: اب تو خوش ہو نا؟

رضیہ: پسند ہے یہ ہار آپ کو؟

جاوید: میری بہن کا ہار مجھے پسند کیوں نہ ہوگا۔ یہ ہار تو شفق اور قوسِ قزح کو گوندھ کر

بنایا گیا ہے۔ کتنا پیارا، کتنا خوب صورت ہے یہ ہار!

رضیہ: مگر بھائی جان! آپ دروازے کی طرف کیوں دیکھ رہے ہیں؟

جاوید: مجھے جانا ہے رضیہ!

رضیہ: نہیں بھائی جان!

جاوید: دیکھو! میں نے تمھاری خواہش پوری کردی، اب مجھے جانا ہے۔

رضیہ: کیوں جانا ہے آپ کو؟

جاوید: مجھے جانا ہے۔ جانا کہاں ہے؟ میں یہیں رہوں گا، تمھارے آس پاس۔ صبح کی روشنی میں، دوپہر کی دھوپ میں، رات کے اندھیروں میں، ہر وقت تمھارے قریب۔ تم مجھے نہیں دیکھ سکتیں مگر میں تمھیں دیکھا کرتا ہوں۔

(سایہ پیچھے ہٹنے لگتا ہے، پیچھے ہوتا جاتا ہے)

رضیہ کی ''بھائی جان! بھائی جان!'' کہتی آواز بڑھنے لگتی ہے۔

(باپ کمرے میں داخل ہوتا ہے۔)

باپ: کیا ہوا رضیہ! کیا ہوا بیٹی!

رضیہ: بھائی جان ابھی یہیں تھے، یہیں تھے۔ میں نے اُن کے گلے میں ہار ڈالا تھا۔

باپ: بیٹی جانے والے کب لوٹ کر آتے ہیں!

ماں اور شاداں بھی کمرے میں داخل ہوتی ہیں۔ حیرت سے شاداں پوچھتی ہے:

''کیا معاملہ ہے!''

باپ: کہتی ہے ابھی بھائی جان آئے تھے۔ میں نے ان کے گلے میں ہار ڈالا ہے۔

شاداں: ہار تو وہ پڑا ہے بچی! شاداں آگے بڑھ کر ہار اٹھانے کی کوشش کرتی ہے۔

چیخ مار کر ہاتھ ہٹا لیتی ہے۔ سب یک دم کہتے ہیں: ''کیا ہوا؟''

شاداں: لہُو، لہُو، ہار پر لہُو۔ سچ مچ لہُو!

(ماخوذ از: مٹی کا دِیا)

مشق

سوال۱: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) جاوید شہید کا تعلق کس شہر سے تھا؟

(ب) جاوید کے مکان کی حالت کس وجہ سے خراب تھی؟

(ج) رضیہ کیوں رو رہی تھی؟

(د) سال گرہ کے موقعے پر جاوید کو کیا حکم ملا تھا؟

(ہ) رضیہ کے والد نے فاطمہ کو تسلی دینے کے لیے کیا جملے ادا کیے؟

(و) رضیہ نے سایہ دیکھ کر کس کا نام لیا؟

(ز) شاداں نے ہار کو اُٹھایا تو چیخ کر کیا بولی؟

سوال۲: درج ذیل الفاظ کے جملے بنائیے:

آرایش-کپکپاہٹ-سَعادت-جائے وقُوع-مدھم-شفق-دم بہ خُود-رَکھ رکھاؤ

سوال۳: جاوید شہید کا واقعہ اپنے الفاظ میں تحریر کیجیے۔

سوال۴: حبِّ وطن کے موضوع پر مکالمہ تحریر کیجیے۔

سوال۵: میرزا ادیب نے اس ڈرامے میں کیا پیغام دیا ہے؟

سوال۶: درج ذیل الفاظ پر اعراب لگائیے:

لہو-غم گین-افسردہ-اختیار-مقام